متواتر اور مسلسل قربانیوں سے ہی خداتعالیٰ حاصل ہوتا ہے

(فرمودہ ۲۱؍جنوری ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''پچھلے جمعہ کے بعد سے مجھے گلے کی تکلیف ہے اور اس وجہ سے میں بلند آواز سے نہیں بول سکتا۔ پس اپنی آواز دوسرے دوستوں کی وساطت سے پہنچاتا ہوں (تین دوست بلند آواز سے خطبہ کے الفاظ دُہرانے کیلئے مقرر کئے گئے تا حاضرین تک آواز پہنچا سکیں)۔

تحریک جدید کے دوسرے دَور کے مالی وعدے کا زمانہ اب چند دنوں میں ختم ہونے والا ہے۔ اور جیسا کہ میں اعلان کر چکا ہوں ۳۱؍جنوری کے بعد ہندوستان کے اُن علاقوں کے جن میں اُردو بولی جاتی یا سمجھی جاتی ہے مزید وعدے وصول نہیں کئے جائیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس خطبہ کے ذریعہ سے جو اس دَوران میں چھپ کر جماعت تک پہنچنے والے خطبوں میں سے آخری خطبہ ہوگا جماعت کو پھر ایک دفعہ ان کی مالی خدمات کے سلسلہ میں ذمہ داریوں اور دوسری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلا دوں۔

خداتعالیٰ کے کام ہوکر رہیں گے اور بندوں کی سُستی یا غفلت ان میں کوئی حرج پیدا نہیں کرسکتی۔ وہ جو سُستی کرتا ہے خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو خداتعالیٰ کے فضلوں سے محروم کرتا ہے۔ خداتعالیٰ کا دین زید یا بکر کا محتاج نہیں۔ اگر زید یا بکر پہلی آواز دینے والوں میں سے بنیں تو خداتعالیٰ دوسرے ثواب کی پہلی آواز بھی انہی تک پہنچاتا ہے

لیکن اگر وہ اس آواز کو نہ سُنیں اور اس کی طرف سے اپنے کان بہرے کرلیں تو پھر وہ اَور دوسرے شخصوں کو آگے لے آتا ہے تا کہ وہ اس کے دین کی خدمت کریں کہ خدا تعالیٰ کی فوج میں تھک جانے والے اور ملال پیدا کرنے والے اور ہتھیار پھینک دینے والے اور نتائج کے متعلق جلد بازی کرنے والے کبھی قبول نہیں ہوتے۔ تھوڑی سی قربانیوں کے بعد بڑی اُمنگوں کے ساتھ تو ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور وقتی قربانی خواہ کتنی ہی عظیم الشان ہو، کمزور سے کمزور انسان بھی پیش کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ تھوڑے سے وقت میں کسی اشتعال کے ماتحت یا جوش کے ماتحت بڑی سے بڑی قربانی کرنا کمزوروں ہی کا کام ہے اور طاقتور اور مضبوط ایمان والے وہی ہوتے ہیں جن کا قدم مضبوطی کے ساتھ ایسے مقام پر قائم ہوتا ہے کہ دن کے بعد دن اور ہفتے کے بعد ہفتہ اور مہینے کے بعد مہینہ اور سال کے بعد سال اور دسیوں سال کے بعد دسیوں سال مصائب اور قربانی کے گزرتے چلے جاتے ہیں لیکن ان کے دل میں اپنے آرام کی خاطر کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ منزلِ مقصود کب آنے والی ہے اور انہیں بیٹھنے کا موقع کب ملے گا۔ وہ اگر کبھی دعا کرتے ہیں اور مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ [1] کہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ خدا کا جلال ظاہر ہو۔ نہ اس لئے کہ ہماری قربانیوں کا زمانہ ختم ہو کیونکہ وہ جو خدا تعالیٰ کے سچے شیدا ہوتے ہیں ان کی منزلِ مقصود کوئی دنیا کی کامیابی نہیں ہوتی بلکہ وصالِ الٰہی ان کا منزلِ مقصود ہوتا ہے اور وہ ہر دم اور ہر لحظہ انہیں حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس وہ یہ کبھی نہیں دیکھتے کہ ان کی مادی قربانیوں نے کیا مادی نتائج پیدا کئے ہیں اور وہ اپنے بوئے ہوئے درختوں کو اس لالچ سے نہیں دیکھتے کہ وہ ان کے ثمرات کھائیں گے بلکہ وہ انہیں چھوڑ دیتے ہیں دوسروں کیلئے کہ وہ ان کے ثمرات کھائیں اور وہ اپنی کوششوں کا ثمرہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کی صورت میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس نے قربانیاں کی ہیں اور کون قربانیاں کرسکتا ہے لیکن آپ کو ہم دیکھتے ہیں کہ اِنہی قربانیوں میں آپ اِس جہان سے گزر گئے اور اِس دنیا کی ترقیات کا زمانہ آپ کی زندگی میں نہیں آیا۔ قیصر اور کسریٰ کے خزانے جو اُن قربانیوں کے نتیجہ میں حاصل ہوئے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھیں وہ جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

زمانہ میں فتح ہوئے اور ان کا فائدہ زیادہ تر اُن لوگوں نے حاصل کیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں ابوجہل اور ابوسفیان کے لشکر میں شامل ہوکر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں ایمان لائے اور فتوحات کے زمانہ میں تھوڑے سے عرصہ کیلئے لڑائیوں میں بھی شامل ہوئے اور پھر فتوحات میں حصہ دار بن کر ہر قسم کی راحت و آرام حاصل کرنے والے ہوگئے۔ اور وہ جنہوں نے قربانیاں کی تھیں اور جو آسمان سے اس بہشت کو کھینچ کر لائے تھے وہ اپنے خدا کے پاس مدتوں پہلے جاچکے تھے یا ان چیزوں سے مستغنی ہوکر اپنے رب کی یاد میں بیٹھے تھے یا خدمتِ خلق میں مشغول تھے۔ کیا عجیب نظارہ ہمیں نظر آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد معاویہ ہزاروں مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں وہی معاویہ جو فتح مکہ تک برابر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑتے رہے تھے اور کھڑے ہوکر مسلمانوں سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم جانتے ہو ہمارا خاندان عرب کے رؤساء میں سے ہے اور ہم لوگ اشرافِ قریش میں سے ہیں۔ پس آج مجھ سے زیادہ حکومت کا کون مستحق ہوسکتا ہے اور میرے بعد میرے بیٹے سے کون زیادہ مستحق ہوسکتا ہے[۲] اُس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ عبداللہ بن عمرؓ جن کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں صحابہؓ نے خلافت کا حق دار قرار دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خواہش کی تھی کہ آپ اپنے بعد ان کو خلافت پر مقرر فرمائیں کیونکہ مسلمان زیادہ سہولت سے ان کے ہاتھ پر جمع ہوجائیں گے اور کسی قسم کے فتنے پیدا نہیں ہوسکیں گے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں اس کی نیکی کو جانتا ہوں اور اس کے مقام کو پہچانتا ہوں لیکن یہ رسم میں نہیں ڈالنا چاہتا کہ ایک خلیفہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر کردے اور خصوصاً جبکہ اکابر صحابہؓ زندہ موجود ہیں اس لئے میں اس کو مشورہ میں تو شامل رکھوں گا لیکن خلافت کا امیدوار قرار نہیں دوں گا۔[۳] یہ عبداللہؓ بن عمرؓ اُس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے معاویہؓ کو یہ بات کہتے سنا تو وہ چادر جو میں نے اپنے پاؤں کے گرد لپیٹ رکھی تھی اس کے بند کھولے اور ارادہ کیا کہ کھڑا ہوکر کہوں کہ اے معاویہؓ! اِس مقام کا تجھ سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کا باپ

تیرے باپ کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو کر لڑتا رہا ہے اور جو خود اسلامی لشکر میں تیرے اور تیرے باپ کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے کلمہ کے اعلاء کیلئے جنگ کرتا رہا ہے مگر پھر مجھے خیال آیا یہ دنیا کی چیزیں ان کیلئے رہنے دو اور اسلام میں ان باتوں کی وجہ سے فتنہ مت پیدا کرو اور میں پھر بیٹھ گیا اور معاویہؓ کے خلاف میں نے کوئی آواز نہ اُٹھائی۔[۴]

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام کی خاطر قربانیاں کیں اور یا تو وہ ان کے دُنیوی ثمرات پیدا ہونے سے پہلے ہی فوت ہوگئے یا پھر ان کے زمانہ میں وہ ثمرات ظاہر ہوئے لیکن انہوں نے یا تو باوجود مقدرت کے ان ثمرات میں سے حصہ نہیں لیا اور یا پھر وہ ثمرات دوسروں کے ہاتھوں میں جاتے ہوئے دیکھے مگر اپنا حصہ خدا کی رضا میں سمجھ کر ان ثمرات کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں اور حقارت سے ان کو ٹھکرا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان کا سچا نمونہ دکھانے والے ہیں اور انہی کے نقشِ قدم پر چل کر انسان مؤمن کہلا سکتا ہے لیکن وہ شخص جو تھوڑی سی قربانی کرتا اور اس کے بعد تھک جاتا ہے اور اس امید میں لگ جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے اس کیلئے کیا بدلہ آیا ہے اس کو خدا کی رحمتیں نہیں آتیں بلکہ اس کی بزعم خود قربانیاں خود اسی کے منہ پر ماری جاتی ہیں کیونکہ گو خدا قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے لیکن اس کا مطالبہ سائلوں کی طرح نہیں ہے۔ خدا کا مانگتے وقت ہاتھ نیچا نہیں ہوتا بلکہ اس کا ہاتھ اوپر ہی ہوتا ہے۔ جس طرح حکومتیں لوگوں سے ٹیکس لیتی ہیں مگر وہ ذلّت کے ساتھ نہیں مانگتیں۔ خدا تعالیٰ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کیونکہ حکومتیں تو لوگوں کے روپیہ سے فائدہ اُٹھاتی ہیں مگر خدا تعالیٰ بندوں کی قربانیوں سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھاتا بلکہ اس کا سارا فائدہ بندوں ہی کو پہنچتا ہے۔ جو عقلمند ہوتے ہیں وہ تو کوشش کرتے ہیں کہ ہماری جسمانی قربانیوں کا روحانی فائدہ ہمیں مل جائے اور جو کم عقل ہوتے ہیں وہ جسمانی فائدے کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور قومی لحاظ سے وہ بھی ان کو مل ہی جاتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا کا کوئی نبی آیا ہو اور جلد یا بدیر اس کی قوم میں حکومت نہ آگئی ہو۔ پس حکومتیں تو آتی ہیں اور دُنیوی فائدے تو پہنچتے ہی ہیں مگر دُنیوی فوائد سے زیادہ متمتع ہونے کی خواہش ان لوگوں کو ہوتی ہے جو روحانی فوائد کی قیمت نہیں جانتے لیکن دوسرے لوگ جن کو روحانی آنکھیں عطا ہوتی ہیں، وہ اپنے انعامات کو روحانی شکل میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پس وہ لوگ جو کہ قربانیوں میں تھک جاتے ہیں وہی لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ سے سَودا کرنا چاہتے ہیں اور ان کی غرض خدا تعالیٰ کی محبت نہیں ہوتی بلکہ دُنیوی فوائد ہوتے ہیں۔ جب کچھ عرصہ کی قربانیوں کے بعد وہ خیال کرتے ہیں کہ اب ہمیں دُنیوی انعامات مل جانے چاہئیں لیکن وہ انعامات حاصل نہیں ہوتے تو وہ تھک کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے قربانیوں میں جو حصہ لینا تھا لے لیا، اب ہمیں مزید قربانیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ وہ لوگ جو کل کی غذا کو آج کی غذا کیلئے کافی نہیں سمجھتے اور آج کے دن کیلئے نئی غذا کے طالب ہوتے ہیں بلکہ دن میں کئی کئی دفعہ کھانے اور پینے کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں کہتے کہ ہمارا کل کا کھانا اور کل کا پینا ہمارے آج کیلئے کافی ہوگیا ہے بلکہ وہ آج کل سے بھی زیادہ اچھے کھانے اور زیادہ شیریں پانی کی جستجو کرتے ہیں لیکن خدا کے دین کی قربانیوں کے موقع پر جو کہ انسان کیلئے روحانی غذا ہیں، وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ہماری کل کی غذا آج کیلئے بھی کافی ہوگی اور آئندہ آنے والے دنوں میں بھی وہی ہماری طاقت کو بڑھاتی چلی جائے گی حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ جس طرح جسم کو بار بار غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کو بھی بار بار غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب تک روح کو بار بار غذا نہ پہنچے جو بار بار کی قربانیوں اور متواتر قربانیوں کے ذریعہ سے پہنچ سکتی ہے، اُس وقت تک روحانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر تم آج ظہر کے وقت بارہ[12] رکعتیں پڑھ لو۔ اسی طرح عصر کے وقت بارہ پڑھ لو اور پھر مغرب کے وقت نَو پڑھ لو اور پھر عشاء کے وقت بارہ پڑھ لو اور دوسرے دن صبح چھ پڑھ لو اور یہ امید رکھو کہ آئندہ دو دن یہ پانچوں نمازیں تم چھوڑ سکتے ہو کیونکہ تم نے خدا کا حق وقت سے بھی پہلے ادا کر دیا تو یہ مت سمجھو کہ یہ بات تمہارے ایمان کے بڑھانے کا موجب ہوگی بلکہ وہ سب سے پہلی نماز جسے تم اس وہم کی وجہ سے چھوڑ دو گے، تمہارے ایمان کو باطل کرنے والی ہوجائے گی اور تم یہ نہیں کہہ سکو گے کہ ہم نے تو یہ نماز پہلے ہی دن ادا کر دی تھی۔ تم اگر پہلے دن فرض رکعتوں کے علاوہ سَو سَو رکعت بھی اَور پڑھ جاؤ تو دوسرے دن اپنے وقت پر نئے فرض ادا کرنے پڑیں گے۔ وہ سَو رکعتیں سَو رکعتوں کے قائم مقام تو الگ رہیں وہ دوسرے دن چار رکعتوں کے قائم مقام بھی نہیں ہوسکتیں، وہ دو رکعتوں کے قائم مقام بھی نہیں ہوسکتیں، وہ ایک رکعت کے قائم مقام بھی نہیں

ہوسکتیں، وہ ایک سجدے کے قائم مقام بھی نہیں ہوسکتیں، وہ سجدہ کی ایک تسبیح کے قائم قام بھی نہیں ہوسکتیں۔ جس طرح کل کی کھائی ہوئی دس روٹیاں آج صبح کے وقت ناشتہ کے ایک لُقمہ کی کفایت بھی نہیں کرسکتیں اسی طرح وہ روحانی عبادتیں یا جسمانی قربانیاں جو انسان ماضی میں کرتا ہے اوران پر توکل کر کے چاہتا ہے کہ مستقبل کی قربانیوں سے آزاد ہوجائے وہ اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتیں۔ وہ اگر ایسی بیوقوفی کرے گا تو یقیناً اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہوگا۔ وہ جو خدا کی جماعتوں میں داخل ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ہر آن انہیں اپنا چہرہ دکھانا چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنا چہرہ ہمیشہ قربانیوں کے آئینہ میں ہی دکھاتا ہے۔

میں نے گزشتہ سالوں میں کہا تھا کہ وہ شخص جو یہ خیال کرتا ہے کہ میں موت سے پہلے کسی وقت بھی قربانیوں سے آزاد ہوسکتا ہوں وہ سمجھ لے کہ اس کا ایمان کمزور ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی فوج کا سپاہی بننے کے قابل نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ جہاں جماعت کے ایک حصہ نے میری اس بات کو انہی معنوں میں سمجھا ہے جن معنوں میں کہ مَیں نے اسے بیان کیا تھا وہاں ایک حصہ جماعت کا ایسا ہے جس نے یہ خیال کیا کہ شاید میں یہ باتیں صرف اس وقت کیلئے اوران قربانیوں کیلئے جوش پیدا کرنے کی خاطر کہہ رہا ہوں جن کا اس وقت مطالبہ کیا گیا تھا اور وہ اپنے دلوں میں یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ شاید ہماری تین سال کی قربانیاں جو صرف چند حقیر رقموں پر مشتمل تھیں، وہ زمین وآسمان کا نقشہ بدل ڈالیں گی اوران چند روپوں میں وہ کام ہوجائے گا جو تئیس سال کی ہرقسم کی قربانیوں کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں صحابہؓ کرسکے تھے۔ گویا ان لوگوں نے اپنے چند روپوں کی قربانی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی رات اور دن کی جانکاہیوں اور قِسما قِسم کی مصیبتوں اور بے وطنیوں اور جائیدادوں کے چھینے جانے اوراپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بچوں اوراپنی بیویوں کے مارے جانے اورخود ان میں سے کئیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جانے اور قسم قسم کے عذابوں سے مارے جانے اور سردیوں اورشدید گرمیوں میں کھانے اور پینے کے سامانوں کے بغیر بے آب وگیاہ جنگلوں میں سے بعض دفعہ بغیر سواری کے اور بعض دفعہ ننگے پاؤں سفر کرنے اور پھر اپنے سے کئی کئی گُنا زیادہ تعداد والے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی قیمت کے برابر خیال کررکھا تھا۔ شاید وہ اپنے روپوں کی

قیمت اُس بڑھیا سے بھی زیادہ لگاتے تھے جو اپنی روئی کے گالوں سے یوسفؑ کی خریداری کیلئے گئی تھی۔ کیونکہ اس نے تو یوسفؑ کو جو ابھی تک نبی نہیں تھے اور ایک غلام کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے، اپنی تھوڑی سی پونجی کے ساتھ خریدنا چاہا تھا۔ مگر یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام نبیوں کے سردار ہیں اور خاتم النبیّن ہیں، ان کی قربانیوں کی قیمت اپنی دو چار سال کی حقیر مالی قربانیوں کے مطابق لگانا چاہتے تھے لیکن یاد رکھو! ایسے لوگ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ دین کی فتح ان لوگوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ انہی کے ہاتھوں سے ہوتی ہے جو نتائج اور انجام سے غافل ہوکر صرف ایک ہی بات کو اپنے سامنے رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنی موت تک ہم نے قربانیاں کرتے چلے جانا ہے اور ہمارے آرام کا وقت وہی ہوگا جب کہ ہم اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے حقیقی مولا کی گود میں جا بیٹھیں گے۔

تم ایک چھوٹے سے بچے کو جس کو محاورے کے طور پر بھی نادان بچہ کہتے ہو، دنیا کی قیمتی سے قیمتی مٹھائیوں یا عُمدہ سے عُمدہ کھلونوں سے تھوڑی دیر کیلئے بہلا سکتے ہو لیکن اس بیوقوف اور نادان بچے کو بھی اپنی ماں کی یاد سے ہمیشہ کیلئے غافل نہیں کرسکتے۔ بسا اوقات وہ دُنیوی نعمتوں کے کھانے یا ان کے حُسن کے نظاروں کے دیکھنے سے ایک منٹ کیلئے یا چند منٹوں کیلئے اپنی ماں کی طرف سے خیال ہٹالے گا لیکن پھر اس کا خیال ادھر ہی چلا جائے گا اور اس کو حقیقی راحت تبھی نصیب ہوگی جب وہ اپنی ماں کی گود میں پہنچ جائے گا۔ پھر جبکہ ایک نادان بچے کا یہ حال ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ مؤمن جو داناؤں کا دانا ہوتا ہے اپنے خدا کے ملنے سے پہلے چین پاجائے اور اسے آرام حاصل ہوجائے۔ اس کی راحت کی گھڑیاں اور اس کے آرام کی ساعتیں تو اُسی وقت سے شروع ہوتی ہیں جب وہ اپنے جسمِ خاکی کو اس دنیا میں چھوڑ کر اپنے رب کی طرف دیوانہ وار دَوڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ جس طرح پرندہ شام کو لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور للچانے والے دانوں کے ڈھیروں کو چھوڑ کر اڑتا ہوا اپنے بسیرے کی طرف جاتا ہے، اسی طرح مؤمن کی روح موت کے وقت اپنے رب کی طرف بھاگتی ہے اور پیچھے مُڑ کر بھی تو نہیں دیکھتی کہ میں نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا ہے کیونکہ اس کی خوشیاں اس کے آگے ہوتی ہیں نہ کہ پیچھے۔

پس جو شخص چاہتا ہے کہ ایمان پیدا کرے، اُس کو اپنی لذت اور اپنی راحت خدا میں

بنانی چاہئے اور یہ کبھی امید نہیں کرنی چاہئے کہ کوئی ایک قربانی یا دوسری قربانی اس کے حقوق کو ادا کردے گی کیونکہ حقوق قربانیوں سے ادا نہیں ہوتے بلکہ قربانیوں کے متواتر اور مستقل ارادوں سے ادا ہوتے ہیں۔ پس جو کچھ میں نے کہا تھا وہ کسی وقتی جوش دلانے کیلئے نہیں کہا تھا بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان کی سلامتی کیلئے متواتر قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور موت سے پہلے کوشش کے چھوڑ دینے کا خیال اندرونی بے ایمانی کی علامت ہے اور ایسے شخص کیلئے خطرہ ہے کہ اگر آج اس کا ایمان سلامت ہے تو کل سلامت نہ رہے اور مرنے سے پہلے کسی وقت وہ ٹھوکر کھا جائے اور اپنے انعامات جو پہلی قربانیوں سے اس نے جمع کئے تھے، اس کی اس غفلت کی وجہ سے کسی اور مومن کو مل جائیں جو کہ پہلے ٹھوکر کھایا ہوا تھا لیکن مرنے سے پہلے خدا کی طرف متوجہ ہو گیا کیونکہ نتائج انسان کی زندگی کے کاموں کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ انسان کے انجام کے مطابق ہوتے ہیں۔

یہ مت خیال کرو کہ یہ ظلم ہے کہ خدا انسان کی زندگی کے کاموں کو تو نظر انداز کر دیتا ہے لیکن آخری گھڑیوں کے کاموں کو قبول کر لیتا ہے کیونکہ آخری گھڑی کی حالت درحقیقت پہلے کاموں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ جس کی پہلی زندگی اچھی نظر آتی ہے لیکن اس کا انجام خراب نظر آتا ہے اس کا انجام اسی لئے خراب ہوتا ہے کہ اس کی پہلی زندگی گو بظاہر خوشنما تھی لیکن خدا کی نگاہ میں وہ گندی تھی۔ تم کبھی بھی یہ امید نہیں کر سکتے کہ گوبر کی گولیوں پر کھانڈ چڑھا کر مریضوں کو شفا دے سکو یا بھوکوں کے پیٹ بھر دو کیونکہ باہر کی کھانڈ اندر کے خُبث کا علاج نہیں ہو سکتی۔ پس وہ جس کا انجام خراب ہوتا ہے یا کمزور نظر آتا ہے وہ اسی لئے خراب ہوتا ہے اور اسی لئے کمزور ہو جاتا ہے کہ اس کی پہلی زندگی بناوٹی تھی اور منافقانہ تھی اور خدائے علیم وخبیر جو دلوں کا بھید جاننے والا ہے اس نے نہ چاہا کہ یہ غیر مستحق حق والوں کا حق لے جائے۔ پس اس نے مرنے سے پہلے اگر یہ ایمان کے ضائع ہو جانے کا مستحق تھا تو اس کے ایمان کو ضائع کر دیا اور اگر یہ ایمان کے کمزور ہونے کا مستحق تھا تو اس نے اس کے ایمان کو کمزور کر دیا۔ یہی حال اس کا ہے جس کا نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی اس کی پہلی زندگی تو خراب ہوتی ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے انجام کو اس لئے اچھا نہیں کرتا کہ وہ بغیر کسی مقصد کے ایک شخص

کے ساتھ رعایت کرنا چاہتا ہے بلکہ اس لئے اچھا کرتا ہے کہ اس دوسرے شخص کے اعمال یا اس کا ایمان گو بظاہر کمزور نظر آتا تھا لیکن اس کے دل کی گہرائیوں میں کوئی ایسا جوہر ہی تھا، کوئی ایسی قابلیت چھُپی ہوئی تھی، کوئی ایسی محبت کی ٹیس اُٹھ رہی تھی جس کو خدا تعالیٰ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ پس اس نے اس کی موت کو پیچھے کر دیا اور اس وقت تک ملکُ الْموت کو نہ آنے دیا جب تک اس کا مخفی جوہر ظاہر نہ ہو گیا اور اس کی چھپی ہوئی محبت عیاں نہ ہو گئی۔

پس خدا نے بِلا وجہ اس کی حالت کو نہیں بدلا بلکہ جو قابلیتیں اس کے اندر مخفی تھیں اور جو دردِ محبت اس کے اندر نہاں تھا اسی کو ظاہر کر کے انصاف قائم کیا ہے نہ کہ رعایت۔ پس انجام کے مطابق ہی خدا کے بدلے ملتے ہیں اور اسی طرح ہونا چاہئے۔ یہی انصاف ہے اور اسی میں عدل ہے اور یہی رحمت کا تقاضا ہے۔ پس جس کو خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ اس کا قدم قربانیوں میں آگے ہی بڑھتا چلا جائے، خدا کا فیصلہ اس کے ایمان پر مُہر لگاتا چلا جاتا ہے اور ہم اس کی اس ترقی کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ کر رہے گا لیکن وہ جو چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے اور قربانی کرتا ہے اور پھر آسمان کی طرف بدلہ کیلئے نگاہ اٹھاتا ہے اور اپنی موت سے پہلے ہی اپنے پھل حاصل کرنا چاہتا ہے یا تھک کر بیٹھ جاتا ہے یا پہلے سے اس کا قدم سُست ہو جاتا ہے (جیسا کہ اس سال بعض جماعتوں اور بعض افراد کی حالت سے نظر آ رہا ہے) اس کا پھل اس کا خدا نہیں بلکہ اس کی دنیا ہے۔ دنیا تو شاید اس کو مل جائے مگر خدا اس کو نہیں ملے گا اور کبھی نہیں ملے گا۔'' (الفضل ۲۵ رجنوری ۱۹۳۸ء)

۱؎ البقرۃ: ۲۱۵

۲؎ طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۵ء

۳؎ تاریخ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۶۵ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء

۴؎ طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۵ء